اعثم کوفی کی تاریخ فتوح

از

(جناب ڈاکٹر خورشید احمد صاحب فارق استاد ادبیات عربی دہلی یونیورسٹی)

یہ کتاب ۲۰۴ھ میں یعنی اب سے بارہ سو ستر برس پہلے لکھی گئی۔ مصنف کا نام احمد بن اعثم کوفی ہے جن کی وفات ۲۲۷ ہجری میں بتائی گئی ہے، افسوس ہے کہ مصنف کے حالات نہیں معلوم ہیں۔ یاقوت نے چند لفظوں میں مصنف اور کتاب کا تعارف اپنی ارشاد الاریب میں کیا ہے جس سے ایک بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ اعثم مورخ (اخباری) اور شیعی تھے، دوسرے یہ کہ ان کی تاریخ کا دامن ہارون الرشید کی خلافت تک وسیع تھا، تیسرے یہ کہ انھوں نے اس کتاب کے ضمیمہ کے طور پر ایک دوسری تاریخ لکھی تھی جس میں مامون سے لے کر مقتدر باللہ تک کے حالات بیان ہوئے تھے، . . . .

میرے پیش نظر جو تاریخ ہے وہ عربی اصل کا فارسی ترجمہ ہے اور حضرت ابو بکرؓ سے لے کر واقعہ کربلا یعنی ۶۱ھ تک کے حالات پر مشتمل ہے، رشید کی وفات ۱۹۳ھ میں ہوئی جس کا مطلب یہ ہوا کہ موجودہ کتاب اصل کتاب کا ایک چھوٹا سا حصہ ہے یہ نہیں معلوم کہ مترجم نے قصداً کتاب کے ایک جزو کا ترجمہ کیا یا یہ کہ ان کو جو عربی نسخہ ملا وہ خود واقعہ کربلا تک محدود تھا یاقوت کے اس قول سے کہ اعثم نے کتاب کا ایک ضمیمہ مرتب کیا تھا جو مقتدر باللہ کی خلافت تک پہنچتا تھا ایک مسئلہ پیدا ہو گیا ہے اور وہ اس طرح کہ اعثم کی وفات ۲۲۷ھ میں بتائی گئی ہے اور مقتدر ۳۲۱ھ میں وفات پاتے ہیں اب یا تو اعثم کی وفات ۲۲۷ھ کی جگہ ۳۲۷ھ میں مانی جائے یا اس ضمیمہ کو جعلی قرار دیا جائے سر دست تو ہمارے پاس کوئی ایسی شہادت نہیں جس کی بنا پر ان دو شقوں میں سے کسی ایک کو بھی باور کیا جا سکے۔ اس لئے یہ مسئلہ اس وقت تک کے لئے ملتوی رہنا چاہئے جب تک اس

کے بارے میں قطعی معلومات فراہم نہ ہو جائیں۔

جیسا کہ میں نے ابھی کہا پیش نظر کتاب اعثم کوفی کی عربی تاریخ فتوح کا ترجمہ ہے جس کو ایران کے فاضل احمد بن محمد منوفی (مستوفی) ہروی نے ۵۹۶ھ کے لگ بھگ فارسی کا جامہ پہنایا۔ مقدمہ میں اپنے مربی کا جو خراسان کے کسی سلطان کے وزیر تھے ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں

"در شہور سنہ ست وتسعین وخمس مائۃ در مدرسۂ معمورۂ تا ئباد (اس شہر کا نام جو غلط معلوم ہوتا ہے تشخص نہیں ہو سکا) عزم نمود وایں دعاگوئے را دراں مقام طلب فرمود دراں بقعۂ مبارک کہ منبع افاضل عالم ومعدن فضلائے بنی آدم است خدمت آں مخدوم یافتہ آمد روزے چند فی مَقْعَدِ صِدْقٍ عِندَ مَلِيكٍ مُّقْتَدِرٍ روزگار گذرانیدہ شد وہر روزے بانعامے تازہ واحسانے ورائے اندازہ مخصوص می بود وباصنافِ الطاف والوانِ احسان آں حاتم زماں می آسود واز مجاورت ومحاورت جماعتے فضلا واکابر بر موائد عقل فوائد حاصل می آمد شبے از شبہا امام کمال الدین کہ مُطَوَّقِ حَمَامات آشیانہ ومقدم سِدرۂ آستانہ است، حکایتے از کتاب فتوح کہ خواجہ محمد بن علی اعثم[1] کوفی کہ در سنہ ۲۰۴ دو لیست وچہار تالیف کردہ است برخواند وعقلہا دراں فصاحت وبلاغت خیرہ ماند ازاں غرائب وعجائب وتقلب حال وانقلاب احوال عالمیاں براں گشت (؟) بر لفظ گوہر بار آں بزرگوار رفت کہ ایں کتاب بانواع فوائد مشحون است وخواص ایں کتاب از حد تقریر بیروں وازانواعِ مروت وفتوت وسخاوت وشجاعت وعلم وحکمت وتجربہ بسیار حاصل میگردد واما میبایستے کہ کسے ایں کتاب را از زبان عربی بپارسی آوردے تا عجمی چوں عربی دریافتے...... وخاطر ما در ہر طرف توجہ کردعا نبت بر احمد منوفی قرار می گیرد کہ ہوا خواہ مخلص وخدمت گارے معتقد است وہمیشہ ہمت بر فراغ خاطر ما متوجہ میدارد وہیچ اشارت ما را مہمل نمی گذارد، وچوں اشارت بریں فرمود ایں ضعیف را از امتثال فرمان چارہ نبود باآنکہ حد صناعت وقلتِ بضاعتِ خویش معلوم بود...."[2]

یہ ترجمہ پہلی بار انگریزی حکومت کی سرپرستی میں ۱۸۸۶ء میں بمبئی سے چھپا جب کہ لارڈ ڈفرن ہندوستان کے وائسرائے تھے، مترجم نے بڑی لیاقت اور خوبی سے ترجمہ کیا ہے کتاب میں بڑی تقطیع

---

[1] کتاب میں مصنف کا نام محمد بن علی لکھا ہے جو غالباً کاتب کی غلطی ہے، صحیح نام احمد بن اعثم ہے [2] فتوح ص۲

کے دوسو تہتر ۲۷۳ صفحات ہیں اور ہر صفحہ میں پینتیس ۳۵ سطریں ہیں، طباعت اچھی ہے غلطیاں کم ہیں مگر اسمائے اشخاص و امکنہ کثرت سے مسخ کر دیے گئے ہیں۔

کتاب کے نام سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس میں فتوحات کا ذکر تفصیل اور جامعیت سے ہوا ہوگا مگر ایسا نہیں ہے یہ ذکر زیادہ تر اختصار کے ساتھ ہے گو کہ اس اختصار کے ضمن میں ایسے اشارے اور جزئیات زیر قلم آگئے ہیں جو فتوحات کو سمجھنے میں کافی مدد دیتے ہیں، جو معرکے مشہور ہوئے ہیں یا جن سے دشمن کی قوت کا کامل استیصال ہوا وہ البتہ مصنف نے خاصی تفصیل سے پیش کئے ہیں اور ان میں متعدد ایسے ہیں جن کو مشہور تاریخوں میں تشنہ چھوڑ گیا ہے مثلاً نہاوند، تستر، یرموک یہ تاریخی حصہ گو کم سہی مگر بحیثیت مجموعی بہت سی نئی اور قیمتی معلومات سے پُر ہے اور تاریخ کے تقابلی مطالعہ کے لئے نہایت کار آمد ہے۔

کتاب کا سب سے بڑا حصہ خود مسلمانوں کے باہمی معاملات سے تعلق رکھتا ہے اور اس میں اُن حوادث اور وقائع کا مرقع پیش کیا گیا ہے جو قوت و اقتدار کے ولولہ، اور قرآن و سیرت کی کبھی یک طرفہ، کبھی ادھوری اور کبھی سطحی تاویل و تعبیر سے رونما ہوئے تھے۔

یاقوت نے لکھا ہے کہ مصنف شیعی مسلک کا تھا اور محدثوں کی نظر میں اس کا پایہ ضعیف تھا، محدثین حضرات کی یہ رائے درخور اعتنا نہیں، کیوں کہ انھوں نے ایک خاص نظریہ کے گروہ کو چھوڑ کر سارے مسلمانوں کے اقوال کو مردود ٹھہرا دیا تھا اور خود دنیائے حدیث میں ہی ایک شہر کے محدث دوسرے شہر کے محدثوں اور حدیثوں کو ساقط الاعتبار قرار دیتے تھے، مدینہ، کوفہ بصرہ، صنعار، دمشق اور فسطاط کے محدث اپنے اپنے مقامی شیوخ سے لی ہوئی حدیثوں کا کلمہ پڑھتے تھے اور باہر کی حدیثوں کو ضعیف یا موضوع سمجھتے تھے، وہ کسی جائز علمی موقف سے اعتراض نہیں کرتے تھے بلکہ اپنے موقف کی مدعومہ حقانیت سے، اس لئے ابن اسحاق، ابوعُبیدہ مُعمر واقدی، اور سینکڑوں دوسرے علمار اور مصنفوں کی طرح اعثم بھی ان کی میزان میں ہلکے ہوں تو نہ کسی تعجب کا موقع ہے اور نہ اس سے ان کے کام پر کوئی دھبہ آتا ہے، رہی یہ بات کہ وہ شیعی تھے تو ایسا ہوگا

لیکن خوشی اور حیرت کی بات ہے کہ انھوں نے حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ کی خلافت کے ذکر میں کوئی ایسی بات نہیں لکھی جس سے ظاہر ہو کہ ان کا قلم تعصبّ کے زہر سے آلودہ ہے بلکہ انھوں نے بہت سا مواد ایسا پیش کیا ہے جس سے ان حضرات کی خوبیاں ظاہر ہوتی ہیں ان کی سیرت کا نقشہ زیادہ واضح اور خوشنما ہو جاتا ہے اور ان کے بارے میں جو الجھنیں اور شکوک دیگر تواریخ سے پیدا ہوتے ہیں وہ کسی حد تک دور ہو جاتے ہیں، ہاں حضرت علیؓ اور حسینؓ کی خلافت کے ذکر میں ایسے امور ضرور بیان ہوئے ہیں جن کو عصبیت سے تو کسی طرح نہیں البتہ جوشِ عقیدت سے تعبیر کیا جا سکتا ہے، یعنی حضرت علیؓ کے مافوق العادت تصرفات، حضرت حسینؓ کی بددعائیں اور ان کی تاثیر، دونوں کے بارے میں رسول اللہ کی ایسی حدیثوں کا ذکر جو شانِ نبوی سے بعید اور غیب دانی کے مستلزم ہیں، تو اس نوع کا ذکر ان کتابوں میں بھی ہے اور اعثم سے کہیں زیادہ جو غیر شیعی علمار نے لکھی ہیں۔

کتاب کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس میں راویوں کا نام لئے بغیر حالات بیان کئے گئے ہیں اور یہ ایک تعجب خیز بات ہے، کیوں کہ اس عہد بعید میں جب یہ کتاب لکھی گئی بغیر اسناد کے لکھنے کا نہ تو رواج تھا اور نہ بلا اسناد بات مستند سمجھی جاتی تھی، ممکن ہے اس بنار پر محدثوں نے اعثم کو ضعیف قرار دیا ہو، دوسری خصوصیت یہ ہے کہ ساری کتاب میں صرف ایک روایت پیش کی گئی ہے اور کسی واقعہ کے بارے میں دو روائیں نہیں نقل کی گئی ہیں جیسا کہ طبری ابن ہشام، بلاذری، واقدی، یا مُبّرد کا طریقہ ہے۔ میزانِ تحقیق میں کتاب کی معلومات کس درجہ کی ہیں؟ اس سوال کا جواب میری حقیر رائے میں یہ ہے کہ متعدد مستند تاریخی کتب کے ساتھ اس کا تقابلی مطالعہ کرنے پر معلوم ہوتا ہے کہ کتاب کی معلومات بلند پایہ ہیں، ان معلومات کو چار حصوں میں رکھا جا سکتا ہے: پہلے حصہ میں وہ معلومات ہیں جو دیگر تواریخ سے کُلّی مطابقت رکھتی ہیں، دوسرے وہ معلومات جو دیگر تواریخ کے ابہام و اجمال کی توضیح و تفسیر کی حیثیت رکھتی ہیں، تیسرے وہ جو دیگر تواریخ کی معلومات سے زیادہ ہیں مگر تاریخی سیاق و سباق سے ہم آہنگ ہو جاتی ہیں، چوتھے وہ جو دیگر تواریخ کی معلومات

سے بالکل مختلف ہیں ان کی تعداد بہت کم ہے اور ان کی صحت و عدم صحت کا فیصلہ اس وقت تک کرنا مشکل ہے جب تک سارے غیر مطبوعہ تاریخی ذخائر ہمارے سامنے نہیں آجاتے۔ کتاب کا نقص یہ ہے کہ واقعات کی تاریخیں نہیں دی گئی ہیں مگر شاذ و نادر بلکہ ہر عہد میں جو اہم واقعات ہوئے ہیں ان کو سنہ اور تاریخ سے مقید کئے بغیر پیش کر دیا گیا ہے جس سے واقعات کی ترتیب کو سمجھنے میں دشواری ہوتی ہے۔

کتاب کا تحلیلی جائزہ

کتاب دو سو بہتر[۲] صفحوں پر اس طرح پھیلی ہوئی ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کی خلافت بائیس صفحوں میں ہے، حضرت عمرؓ کی اٹھاون صفحوں میں، حضرت عثمانؓ کی پچپن صفحوں میں، حضرت علیؓ کی بانوے صفحوں میں، حضرت حسنؓ کا ذکر پانچ صفحوں میں ہے، حضرت معاویہ کا سترہ صفحوں میں، دو[۲] ڈھائی صفحے یزید کی خلافت اور مدینہ کے تین حریف امیدواران خلافت (حضرات ابن الزبیر، حسین، عبدالرحمٰن بن ابی بکر) کے ساتھ اس کی مہم بیعت کے بارے میں ہیں، قریب چوبیس صفحے یزید کے مقابلہ میں حضرت حسینؓ کے موقف اور حادثہ کربلا پر مشتمل ہیں۔

حضرت ابوبکرؓ کی خلافت

۱۔ کتاب کی ابتدا حضرت ابوبکرؓ کی بیعت سے ہوئی ہے اس سلسلہ میں مصنف نے تصریح کی ہے کہ حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہ کی وفات کے ڈھائی ماہ بعد بیعت کی۔

۲۔ مرتد قبائل کے خلاف مہموں کے ضمن میں مصنف نے قبائل حضرموت اور کندہ کی بغاوت جس کی قیادت اشعث بن قیس کے ہاتھ میں تھی، کا جو ذکر کیا ہے وہ فتوح البلدان کے بیان سے زیادہ مفصل مرتب اور پر از معلومات ہے۔

۳۔ شام کی مہم کی ابتدا، اس کی تیاری، لشکر کی فراہمی، افسروں کے تعین، افسروں کی حضرت

ابو بکرؓ سے اور ان کی افسروں سے گفتگو، خط وکتابت کا مصنف نے نہایت مربوط اور واضح ذکر کیا ہے۔

۴۔ مصنف نے لکھا ہے کہ مسلمانوں اور رومیوں کے پہلے بڑے مقابلہ سے پہلے مسلمانوں کا ایک وفد روم کے بادشاہ ہرقل سے ملا اور اس پر اسلام پیش کیا ہرقل نے ان کی بڑی آؤبھگت کی اور ایک صندوق منگوایا۔ جس میں بہت سے خانے تھے اور ہر خانہ میں حضرت آدم سے لے کر رسول اللہ تک مختلف انبیاء کی تصویریں ریشم پر رسم کی ہوئی رکھی تھیں، وہ ساری تصویریں اس نے وفد کو دکھائیں، آخر میں جب رسول اللہؐ کی تصویر دکھائی گئی تو وفد کے رکن رونے لگے اور بولے: یہ ہو بہو رسول اللہؐ کی شبیہ ہے گویا ہم ان کو زندہ دیکھ رہے ہیں، ہرقل نے کہا میں اسلام کی حقانیت کا معترف ہوں، اگر میرا دل حکومت کی شان وشوکت سے ہٹ سکتا یا میری قوم میری پیروی کرتی تو میں ضرور مسلمان ہو جاتا[1]

۵۔ شامی سرحد کی چھوٹی چھوٹی بستیوں پر قابض ہونے کے بعد مسلمانوں کو معلوم ہوا کہ رومی قیصر ہرقل نے جبلہ بن ایہم غسانی کی سرکردگی میں چالیس ہزار فوج بھیجی ہے جو دمشق کے باہر مقیم ہے عرب لیڈروں نے ایک کانفرنس کی اور طے کیا کہ لڑنے سے پہلے اسلام پیش کیا جائے چنانچہ ایک وفد جبلہ کے پاس بھیجا گیا، اعثم نے جبلہ اور اس کے دربار کے تکلفات، اس کے عربی افسروں کی سج دھج، اور عرب وفد کے ساتھ اس کی گفتگو کا تفصیلی ذکر کیا ہے، جبلہ اسلام کی طرف مائل تھا اور اس نے یہ کہہ کر وفد کو رخصت کیا کہ قیصر کے پاس جا کر اسلام پیش کریں اگر اس نے قبول کر لیا تو وہ خود بھی مسلمان ہو جائے گا[2]

۶۔ مصنف نے حضرت ابو بکرؓ کے دفن سے متعلق ایک واقعہ بیان کیا ہے جو نہایت مستبعد بلکہ محال نظر آتا ہے بستر موت پر انھوں نے حضرت عائشہؓ سے کہا کہ میرا جنازہ رسول اللہ کی قبر پر لے جا کر دفن کی اجازت مانگنا اگر مل جائے تو ان کے پہلو میں دفن کرنا ورنہ مسلمانوں کے

---

[1] فتوح ص۲۲ [2] فتوح ص۲۱

قبرستان میں۔ چنانچہ ان کا جنازہ آنحضرت کے مقبرہ کے باہر لاکر رکھا گیا اور لوگ اجازت کا انتظار کرنے لگے، تھوڑی دیر میں مقبرہ کا قفل کھلا اور دروازہ از خود کھل گیا۔ (فتوح ص۲۵)

خلافت حضرت عمرؓ

۱۔ حضرت عمرؓ کی خلافت کی فتوحات میں، عراق، ایران، شام اور جزیرہ کی فتح کا ذکر تفصیلی ہے اور مصر کی فتح کا نہایت مجمل۔ ان فتوحات کی تفصیلات طبری وغیرہ کی تفصیلات سے بعض جگہ کم، بعض جگہ بہت زیادہ مختلف ہیں۔ عراق و ایران کی فتوح میں طبری نے جن سپہ سالاروں کا ذکر کیا ہے اعثم نے بہت جگہ ان سے مختلف سپہ سالاروں کا ذکر کیا ہے اور چھوٹے فوجی افسروں کے ناموں میں بھی دونوں کے ہاں اکثر بہت اختلاف پایا جاتا ہے طبری کے ہاں عراق و ایران کی فتوح کے واقعات اور ان کی ترتیب و تفصیل بالعموم مضطرب، ادھوری اور پڑھنے والے کی الجھن کا باعث ہوتی ہے اور یہ اضطراب، ابہام و اجمال طبری پر ہی موقوف نہیں بلکہ فتوح کی سب سے مکمل اور مستند تاریخ فتوح البلدان میں بھی موجود ہے۔ بڑی بڑی فتوح مثلاً نہاوند، تستر اور رَی کو ناکافی اور مبہم انداز میں پیش کیا گیا ہے جس سے قاری کو جنگ و فتح کے سیاق و سباق، لڑنے والوں کی تیاری، ان کے اسلحہ، جنگی چالوں، طریق جنگ، صلح کی نوعیت اور اسی قبیل کی دوسری اہم باتوں کا علم نہیں ہوتا، اعثم کے ہاں ان سب امور کا مجمل خاکہ ہے۔ ایران کی تین چار لڑائیوں کا ذکر انھوں نے خاص طور پر جامعیت سے کیا ہے جس کو پڑھ کر ایک طرف اس وقت کے فارسی فن جنگ، فارسی اسلحہ، فارسی قلعہ بندی، فارسیوں کی پرشکوہ مگر مائل بہ زوال تمدنی حالت اور دوسری طرف عربوں کے ڈسپلن، ان کے ناقابل تسخیر عزم اور جوش مذہب اور فرض منصبی کے شدید احساس کی ایک خوب واضح نہیں تو کم از کم ایسی تصویر ضرور کھنچ جاتی ہے جس پر تصویر کا اطلاق ہو سکتا ہے، جس کے نوک و پلک، رنگ و روپ، خد و خال گو دھندلے ہوتے ہیں مگر ان سے تصویر کا تشخص کیا جا سکتا ہے، اس کو سمجھا جا سکتا ہے اور دوسری تصویروں سے اس کا مقابلہ کیا

جاسکتا ہے، عراق کی فتوح میں طبری وغیرہ ایک واقعہ کو دو دو تین تین راویوں کے حوالہ سے پیش کرتے ہیں جو لبسا اوقات جزئیات میں اور کبھی اہم امور میں ایک دوسرے سے مختلف ہوتا ہے، سب سے نمایاں اختلاف سپہ سالاروں یا دوسرے فوجی افسروں کے ناموں اور فتوحات کے تقدم وتاخر اور سنہ کے بارے میں نظر آتا ہے اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ راویوں کی ساری دلچسپی فوجی افسروں یا جنگ کے نتیجہ یا دشمن کے مقتولین کی تعداد سے ہے، رہے واقعات جنگ اور اس کی نہایت ضروری جزئیات وکیفیات تو ان کی طرف یہ راوی کم ہی دھیان دیتے ہیں۔

۲۔ مصنف نے شام کی اکثر فتوح کا ذکر کیا ہے اور جنگ یرموک جو سب سے بڑی جنگ تھی اور جس میں بقول مصنف تینتالیس ہزار عربوں اور قریب چار لاکھ رومیوں نے شرکت کی، تفصیل سے دی ہے، مصنف دیگر تاریخوں کی طرح اسلامی جوش، جنگ میں عربوں کی بہادری، اس افسروں کے سرفروشانہ جذبۂ شہادت، لڑائی کی شدت، فریقین کی فوجی تعداد اور جنگ میں ان کے جانی نقصانات اور مال غنیمت کی مقدار ہی کا ذکر نہیں کرتا بلکہ وہ خاص توجہ جنگ کے سیاق وسباق کی طرف دیتا ہے، وہ اُس خط وکتابت کا ذکر کرتا ہے جو دشمن کی کثرت کو دیکھ کر عرب سپہ سالار خلیفۂ وقت سے کرتا ہے، وہ یہ بتاتا ہے کہ خلیفہ نے اپنے مشیروں سے کیا مشورہ کیا اور کس طرح سپہ سالار کی مدد کی، پھر جنگ ہونے سے پہلے وہ ان سفارتوں کا ذکر کرتا ہے جو طرفین کے درمیان جنگ سے بچنے کے لئے منعقد ہوتی ہیں، عرب وفد رومی سپہ سالار کے پاس جاتے ہیں اور اسلام یا جزیہ پیش کرتے ہیں، رومی سپہ سالار کی جوابی پیشکش کا ذکر ہوتا ہے، پھر جب فوجیں مقابل ہوتی ہیں تو دونوں کی تعداد بتائی جاتی ہے مسلمان فوجوں پر اپنی قلت کی وجہ سے کبھی کبھی جو ہراس طاری ہوتا ہے اور پھر اس ہراس کو دور کرنے کے لئے فوجی افسر جو ولولہ انگیز تقریریں کرتے ہیں، ان کا تذکرہ ہوتا ہے، جنگ کے اتار چڑھاؤ اور انفرادی شجاعت، رومی اور عربی افواج کی جنگی چالوں، رومی افسروں کے اسلحہ اور سج دھج کا بیان ہوتا ہے، یہی نہیں بلکہ یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ عرب افسر دشمن کی تیاری اور نقل وحرکت معلوم کرنے کے لئے شام کے شہروں میں جاسوس بھیجتے ہیں، کبھی کبھی ان کی

رسد کو محاذِ جنگ سے باز رکھنے کے لئے اطراف و اکناف میں رسالے روانہ کئے جاتے ہیں جو رسد کو محاذ سے دور آ لیتے ہیں اور تتر بتر کر دیتے ہیں، جنگ میں عرب عورتیں جو پارٹ ادا کرتی ہیں۔ اس کی جھلکیاں بھی نظر آتی ہیں، ہمیں بعض اوقات عرب افسروں کے باہمی تعلقات اور سیرت کا علم بھی کرایا جاتا ہے مثلاً جب خالد بن ولید عراق سے سپہ سالار ہو کر آتے ہیں تو شامی افواج کے سپہ سالار ابو عُبیدہ کو اس سے دلی خوشی ہوتی ہے اور کچھ دوسرے افسروں کو افسوس ہوتا ہے، ہم کو یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ عرب افسر انتہائی تعاون، رواداری، اور اخلاص سے کام کرتے ہیں اور ان کا مقصدِ وحید اسلام کا بول بالا اور فتح پانا ہوتا ہے، نیز یہ کہ وہ صلح کی ہر پیشکش کو قومی یا فوجی مصالح کے علی الرغم قبول کر لیتے ہیں اور حتی الامکان جنگ و قتل سے گریز کرتے ہیں، ایسے اشارے بھی ملتے ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ عام طور پر شام کے لوگ عربوں کی سیرت اور حکومت کو رومی حکومت پر ترجیح دیتے تھے اور ان کے پاسِ عہد اور وفاداری کی قدر کرتے تھے۔ شام کی مہموں اور بالخصوص یرموک کے حالات فتوح الشام ازدی مصری (محمد بن عبداللہ متوفی دوسری صدی ہجری) سے گہری مطابقت رکھتے ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اعثم نے اس نفیس کتاب سے اقتباس کیا ہے۔

۳۔ کتاب میں حضرت عمرؓ کے بہت سے وہ خطوط موجود ہیں جو انھوں نے فوجی افسروں کو لکھے اور دیگر تواریخ میں نہیں ہیں۔

۴۔ حضرت دانیال کی کہانی جن کی قبر سُوس (ایران) فتح ہونے کے بعد مسلمانوں کو معلوم ہوئی مصنّف نے تفصیل سے بیان کی ہے، فتوح البلدان میں دانیال سے متعلق جو باتیں لکھی ہیں وہ نہایت ادھوری اور اعثم کے بیان سے مختلف ہیں، اسی طرح ہرمزان بن نوشیروان عادل اور صوبہ اہواز کے حاکم کی تستر کی جنگ میں شکست کے بعد حضرت عمرؓ سے ملاقات کا قصہ دوسری تواریخ سے زیادہ پراز معلومات ہے۔ مصنف نے لکھا ہے کہ ہرمزان مع متعلقین جب مسلمان ہوا تو حضرت عمرؓ کو بڑی خوشی ہوئی اور یہ کہ وہ اس کی بہت عزت کرتے تھے اور اس کو اپنے پاس بٹھا کر میٹھی باتیں کیا کرتے تھے، انھوں نے اس کو مدینہ میں ایک مکان بھی دلوا دیا تھا۔[1]

---

[1] فتوح صہ ۶۲-۶۸

۵۔ حضرت عمرؓ اہل ایلیا کی درخواست پر صلحنامہ لکھنے جب بیت المقدس پہنچے تو سپہ سالار فوج مع تمام افسروں کے ان کا استقبال کرنے شہر سے باہر گئے، مصنف نے اس موقع پر ان کی اور ابو عبیدہ بن جراح کی حیرت انگیز ملاقات کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:

"ابو عبیدہ از اسپ فرود آمدہ رسم تحیت بجا آورد، عمرؓ چوں ابو عبیدہؓ را دید کہ پیادہ شد، خود نیز پیادہ شد یکدیگر را در بر گرفتند و عذر ہا خواستند، عمرؓ دست ابو عبیدہ را بگرفت و بوسہ داد، ابو عبیدہ دست خود را بر پائے او نہاد و امیر المومنین عمرؓ سر خود بر پائے او انداخت و خواست کہ پائے او را بوسہ دہد، ابو عبیدہ واپس جست و گفت ویحک یا امیر المومنین خدائے را چنیں مکن و ما را بزہ مند مساز، امیر المومنین ہمچناں سر فرو کردہ اشک می ریخت و عذر می خواست، پس دست بگردن یک دیگر کردند و از حال یک دیگر پرسیدند"[1]

۶۔ مصنف نے لکھا ہے کہ وفات سے کچھ دن پہلے حضرت عمرؓ خلافت سے بیزار ہو گئے تھے، اس کا سبب بتایا ہے اور ان کے قتل، اپنے بعد خلیفہ کے تقرر، اور حضرات علیؓ، عثمانؓ، زبیرؓ، طلحہؓ، سعد اور ابن عوف کی اہلیتِ خلافت کے بارے میں ان کی رائے سے متعلق ایسی قیمتی تفصیلات بیان کی ہیں جن میں سے کچھ تو دوسری تاریخوں میں موجود ہی نہیں اور کچھ ناکافی موجود ہیں۔[2]

حضرت عثمانؓ کی خلافت

۱۔ حضرت عثمانؓ کے خلاف صحابہ اور غیر صحابہ کی طرف سے جو تحریک اٹھی اس کی روئداد کافی تفصیل کے ساتھ (۹۵ صفحے سے ۱۰۵ تک) دی گئی ہے، متعدد واقعات ایسے بیان ہوئے ہیں جو طبری، شرح نہج البلاغۃ، طبقات ابن سعد اور مروج الذہب میں نہیں ہیں اور ایسی تصریحات کی تعداد بھی کم نہیں جو طبری وغیرہ کے بیانات کی تکمیل و توضیح کرتے ہیں، حضرت عثمانؓ پر حملہ، ان کے قتل کی کیفیت اور جو لوگ اس میں اور ان کے گھر کی لوٹ میں شریک ہوئے نہایت بسط سے بیان کی گئی ہے۔

---

[1] فتوح صفحہ ۷۹ [2] فتوح صفحہ ۸۲۔۸۰

۲۔ مصنف نے لکھا ہے کہ کابل حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں فتح ہوا جب کہ ابن عامر پہلی بار بصرہ کے گورنر تھے (سنہ ۲۹ھ تا سنہ ۳۵ھ) فتوح البلدان اور دیگر تواریخ کے مطابق کابل سنہ ۴۳ھ میں فتح ہوا جب کہ ابن عامر دوسری بار بصرہ کے گورنر تھے۔[1]

۳۔ اعثم نے لکھا ہے کہ مرو کی صلح تین لاکھ درہم نقد پر ہوئی، فتوح البلدان نے یہ رقم بائیس لاکھ اور بروایت اُخری دس لاکھ درہم اور دو لاکھ جریب گیہوں اور جو لکھی ہے۔ قبرص کی فتح کی رقم اعثم کے مطابق ۱۲۰۰ دینار تھی، طبری کے مطابق سات ہزار دینار اور فتوح البلدان کے مطابق سات ہزار دو سو دینار۔ فتوح کے سلسلہ میں جو اختلاف مورخوں کے ہاں سب سے زیادہ رائج، نمایاں اور پریشان کن ہے وہ عرب اور غیر عرب افواج کے شمار اور دونوں کے ہلاک ہونے والوں کی تعداد اور صلح کی رقم کے بارے میں ہوتا ہے، اعثم نے بہت جگہ طبری، فتوح البلدان اور دیگر مورخوں سے تعداد کے تعین میں اختلاف کیا ہے۔

۴۔ مصنف نے جزیرہائے قبرص، رودس، صقلیہ، ارواد کی مہموں کی روداد بیان کی ہے اور لکھا ہے کہ ان سب جزیروں پر حضرت معاویہ نے عہد عثمانی میں فوج کشی کی اور سوائے صقلیہ کے سب کو باجگذار کر لیا مگر فتوح البلدان کا مصنف لکھتا ہے کہ قبرص کے علاوہ دوسرے مذکورہ بالا جزیروں کو معاویہ نے اپنے عہد خلافت میں فوجیں بھیج کر فتح کیا۔ بلاذری کی طرح طبری نے بھی عہد عثمانی کی فتوحات میں صرف قبرص کا ذکر کیا ہے۔ اعثم کی ان فتوح کا بیان بلاذری اور طبری ہر دو سے[2] بحیثیت مجموعی زیادہ واضح، جامع اور دلچسپ ہے۔

خلافت حضرت علیؓ

۱۔ حضرت علیؓ کی بیعت کا ذکر کرتے ہوئے مصنف نے لکھا ہے کہ اول اول انھوں نے بیعت سے انکار کیا مگر جب باغی اور دوسرے لوگ مصر ہوئے تو وہ ان کے ساتھ طلحہ کے گھر گئے

---

[1] فتوح ص۵۸، فتوح البلدان، مصر ص۴۰۲ [2] فتوح ص۴۸، ۱۶۰، بلاذری ص۲۱۲، ۲۲۴ طبری، مصر ۵/۱۱۹

اور ان کی بیعت کرنے پر آمادگی ظاہر کی طلحہؓ نے حضرت علیؓ کی منزلت کے سامنے خود کو خلافت کا اہل نہ سمجھا اور کہا میں آپ کی بیعت کے لئے بالکل تیار ہوں، وہاں سے حضرت علیؓ زبیرؓ کے پاس گئے اور ان کی بیعت کرنے پر آمادگی ظاہر کی، زبیر نے بھی طلحہؓ کا رویہ اختیار کیا، اس کے بعد حضرت علیؓ نے خلافت قبول کر لی۔

۲۔ بانوے صفحے جو حضرت علیؓ کی خلافت کے بیان میں ہیں ان کا بیشتر حصہ جنگ جمل اور صفین سے متعلق ہے، جنگ جمل کا ذکر تیرہ صفحوں میں ہوا ہے اور اکسٹھ صفحوں پر صفین و تحکیم کی داستان پھیلی ہوئی ہے۔ اس میں قریب قریب وہ سب کچھ ہے جو شرح نہج البلاغۃ، طبری، الامامۃ والسیاسۃ مروج الذہب اور الاخبار الطوال میں ہے اور بہت کافی مواد ایسا ہے جو ان کتابوں کے اجمال کی تفصیل کی حیثیت رکھتا ہے اور یہ حصہ بہت قیمتی ہے، اس کے علاوہ ایسے امور و حکایات بھی ضمناً بیان ہوئے ہیں جو مذکورہ کتب میں موجود نہیں ہیں، حضرت علیؓ و حضرت معاویہ کی خط و کتابت دونوں کی سفارتیں، دونوں کی جنگی تیاریاں، لڑائی کے معرکے، جنگ کے دوران میں دونوں کی شمشیر زنی کی صلح کی کوشش کرنے والوں کے جنگی میلانات، حضرت علیؓ کی غیر معمولی شجاعت اور جوشِ جہاد، عرب قبیلوں اور سرداروں کی پیاپے ہلاکت، حضرت معاویہؓ کے غیر معمولی اضمحلال اور فکرِ صلح اور صلح کے لئے ان کی حضرت علیؓ کے افسروں سے ساز باز اور خط و کتابت، پھر تحکیم کا ہنگامہ، خوارج کا ظہور، جنگ نہروان، یہ اور دوسرے بہت سے جزئیات و حوادث جن کا احصا یہاں ممکن نہیں بڑی وضاحت سے پیش کئے گئے ہیں، اس جنگ کی تباہ کاری کا اندازہ اس سے کیجئے کہ چوبیس گھنٹہ کے ایک مسلسل معرکہ میں طرفین کے ۳۶ ہزار مسلمان لقمۂ اجل ہو گئے [1]

۳۔ اعثم نے لکھا ہے کہ حضرت علیؓ نے خریت بن راشد، سردار بنو ناجیہ کو جنگِ صفین سے پہلے اہواز شہر کا عامل مقرر کیا تھا، جب اس کو یہ معلوم ہوا کہ انھوں نے خلافت کے معاملہ کو ثالث کے سپرد کر دیا ہے تو اس کو سخت غصہ آیا اور اس نے بغاوت کر دی اس کی بغاوت

---

[1] فتوح صفحہ ۲۰۵

کو فرو کرنے کے لئے حضرت علیؓ نے کوفہ سے معقل نامی سردار کے ساتھ ایک فوج بھیجی جس نے اس کو اہواز میں شکست دی اور اس کے نوجیوں کو غلام بنالیا یہ فوجی کوفہ لائے جارہے تھے کہ ان کا گذر صوبہ اہواز کے گورنر مصقلہ بن ہبیرہ کے پاس سے ہوا، یہ روئے اور گڑگڑائے اور گورنر سے درخواست کی کہ ان کو چھڑائے، اس نے ترس کھایا اور زر مخلصی دینے کا وعدہ کرکے معقل سے ان کو رہا کرادیا، مگر زر مخلصی کی رقم وہ ادا نہ کرسکا اور جب تقاضا سخت ہوا تو بھاگ کر بصرہ اور وہاں سے کوفہ پہنچا حضرت علیؓ نے اس کو طلب کیا تو اس نے رقم کا جو تھا حصہ یعنی ایک لاکھ درہم ادا کردیا اور بقیہ جلد دینے کی رخصت لے کر گھر آگیا، مگرچوں کہ اس کے پاس روپیہ نہ تھا اور حضرت علیؓ کی گرفت سے سخت خائف تھا اس لئے رات کو کوفہ سے بھاگ گیا اور معاویہ سے جاملا۔ طبری نے اس بغاوت کا جو ذکر کیا ہے وہ اعثم کے بیان سے بہت مختلف ہے طبری کی روایت کے مطابق خریت جنگ صفین اور نہروان دونوں میں شریک ہوا اور اس نے بغاوت کوفہ میں کی اور وہاں سے دو سو سواروں کے ساتھ اہواز کی طرف بھاگا، اور جہاں جہاں گیا حضرت علیؓ کے خلاف پروپگنڈا کیا اور ایک بڑی تعداد لوگوں کی جن میں عیسائی اور ذمی بھی شامل تھے اپنے جھنڈے کے نیچے جمع کرلی معقل نے اس کا تعاقب کیا اور وہ ہر جگہ پسپا ہوتا ہوا فارس کے جنوبی صوبہ اردشیر خرّہ پہنچ گیا، وہاں ایک زبردست معرکہ میں اس کو شکست فاش ہوئی، اس کی فوج بھاگ گئی اور اس کے کئی سو سپاہی جن میں ذمی اور عیسائی بھی تھے گرفتار ہوکر غلام بنالئے گئے، اردشیر خرّہ کا گورنر مصقلہ تھا اس کے سامنے قیدی روئے اور پناہ طلب کی، اس نے ترس کھاکر دس لاکھ درہم پر ان کو خرید لیا اور آزاد کردیا، یہ رقم وہ نہیں ادا کرسکا اور بصرہ ہوتا ہوا کوفہ آیا اور جب وہ بھاگ کر حضرت معاویہؓ کے پاس چلا گیا تو حضرت علیؓ نے اس کا مکان گروادیا[۱]

ہم عام طور پر مورخ لکھتے ہیں کہ صفین کے میدان میں جب طرفین قضیۂ خلافت کو طے کرنے کے لئے ثالث مقرر کرنے پر رضامند ہوگئے اسی وقت حضرت علیؓ کی فوج کی ایک جماعت

---

[۱] فتوح ص۲۲۳، طبری ۵/۷۰-۷۵

میں جو عادۃً قرآن خواں، تہجد گذار اور روزہ دار تھے اس کے خلاف بد دلی پیدا ہوئی اور وہ حضرت علیؓ کی رضامندی تحکیم پر قرآن فہمی کے زعم میں سخت برہم ہوئے حتیٰ کہ جب فوج کوفہ لوٹی تو راستہ بھر اس جماعت اور دوسرے لوگوں کے درمیان سب و شتم اور الزام کا سلسلہ جاری رہا اور یہ جماعت بارہ ہزار کی تعداد میں حضرت علیؓ سے باغی ہو کر کوفہ کے قریب ایک گاؤں میں جس کا نام حروراء تھا ٹھہر گئی اور باقی فوج کے ساتھ کوفہ میں داخل نہیں ہوئی، اعثم نے ان کی ابتداء کے بارے میں ذیل کا جو بیان دیا ہے وہ مروجہ بیان سے مختلف ہے:

"در اثنائے آں کہ امیر المومنین علی مقام داشت بکوفہ و انتظار می برد تا میعادے کہ میان معاویہ نہادہ بود بگذرد، آں وقت با اہل شام بسر جنگ شود، طایفۂ از عباد و نُساک از خواص امیر المؤمنین علیؓ چہار ہزار سوار باہم متفق آمدہ از کوفہ بیروں رفتند و خلاف آنحضرت ظاہر کردند و می گفتند "حکم نیست مگر خدائے تبارک و تعالیٰ را، و آنکس را کہ در خدائے عاصی باشد طاعت نباید داشت" و فوج فوج مردم از سوار و پیادہ بدیشاں می پیوستند تا عدد آنہا بدوازدہ ہزار رسید و از ظاہر کوفہ کوچ کردہ بموضع حروراء فرود آمدند"[1]

۵۔ مورخوں کے ہاں ایک قصہ مشہور ہے اور طبری نے بھی اس کو نقل کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ ابوالاسود دؤلی قاضی بصرہ کو حضرت ابن عباسؓ (گورنر بصرہ) سے ایک معاملہ میں کد ہو گئی تھی، اس بناء پر انھوں نے حضرت علیؓ سے خفیہ طور پر ان کے اسراف و تنعم کی شکایت کی حضرت علیؓ نے ابن عباس سے بصرہ کی آمد و خرچ کا حساب مانگا حضرت ابن عباسؓ کو حضرت علیؓ کے شکوک سے صدمہ ہوا اور انھوں نے گورنری سے استعفاء دے دیا اور بصرہ کے خزانہ سے ایک بڑی رقم لے کر مکہ چلے گئے۔ اعثم نے لکھا ہے کہ ابن عباسؓ نے جب استعفاء دیا تو حضرت علیؓ نے ان کو منانے کے لئے حساب فہمی کا مطالبہ واپس لے لیا اور ابن عباسؓ اپنے عہدہ پر قائم رہے۔[2]

۶۔ حضرت علیؓ کے قتل کے موضوع پر مصنف نے جو انکشافات کئے ہیں وہ طبری میں موجود نہیں ہیں طبری نے لکھا ہے کہ ان کا قاتل ابن ملجم مصر سے کسی کام کے لئے کوفہ آیا ہوا تھا کوفہ کی ایک حسینہ قطام

[1] فتوح ص۲۲۵ [2] فتوح ص۲۲۲، ملاحظہ ہو طبری ۸۱/۵

نے اس کو فریفتہ کرلیا اور جب اس نے اس عورت سے شادی کی خواہش کی تو اس نے کہا کہ اگر تم میرے مہر میں تین ہزار درہم، ایک غلام اور لونڈی دو اور حضرت علیؓ کو قتل کردو تو میں تم سے شادی کروں گی، اس عورت کا باپ، بھائی اور چچا خارجی تھے اور حضرت علیؓ کے ہاتھوں جنگ نہروان میں مارے گئے تھے اور وہ ان کا انتقام لینا چاہتی تھی۔ ابن ملجم نے مجبوراً یہ شرطیں منظور کرلیں۔ طبری نے یہ بھی لکھا ہے کہ وہ عورت قتلِ علیؓ سے کچھ دن پہلے مسجد میں معتکف ہوگئی تھی اور جس صبح کو حضرت علیؓ پر حملہ ہوا اس نے ابن ملجم اور اس کے دو ساتھیوں کے جسم پر ریشم باندھا تھا تاکہ تلوار کا وار اثر نہ کرسکے اعثم نے اس عورت کے بارے میں جو باتیں لکھی ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ بدچلن تھی اور ابن ملجم کا اس سے بازاری تعلق تھا:

"ابن ملجم آں شب درخانۂ زنے قطام نام بود وخمر خوردہ بود، چوں قطام بانگ نماز امیرالمومنین راشنید اورا بیدار کرد وگفت بانگِ نماز علی می شنوی، ماحاجت تو روا کردیم تو نیز برخیز وحاجت ماروا کن وخوش دل باز آ ولبعشرت پرداز۔"[1]

اعثم کے بیان سے مزید یہ ظاہر ہوتا ہے کہ محمد بن اشعث ابن ملجم کے ساتھ قتل کی سازش میں شریک تھے یا یہ کہ ان کو ابن ملجم کے ارادہ کا علم تھا۔ جس صبح کو قتل ہوا اس کی رات حضرت علیؓ نے جس طرح گذاری اس کا منفردانہ ذکر مصنف نے ان الفاظ میں کیا ہے:

"چوں شبِ چہارشنبہ نوزدہم رمضان امیرالمومنین لسرائے خویش از بہر نماز بپائے ایستاد دختر آں حضرت ام کلثوم دو قرصۂ نان جویں وکاسۂ از شیر در طبق نہادہ وآں طبق را با مقدارے از نمک پیش آنحضرت گذارد وامیرالمومنین چوں از نماز فراغت جست دراں طبق نگریست فرمود اے دخترمن دریک طبق دو نان خورش حاضر می کنی مگر نمی دانی کہ براہ پسر عم خود رسول خدا میروم، مگر نمی دانی در حلال دنیا حسابست ودرحرام دنیا عذاب، سوگند بخدائے افطار نمی کنم تا ازیں دو خورش جز یکے را بجائے نگذاری، پس ام کلثوم شیر را برگرفت تا آں حضرت سہ لقمہ از نان جویں ونمک خورش ساخت وابتدا بہ نماز کرد دراں شب فراواں از خانہ بیروں می شد ودر آسمان می نگریست وبجانہ بازمی آمد وبنماز می ایستاد، پس از تعقیب نماز اورا

[1] فتوح صفحہ ۲۲۶

خواب در ربود و ہم در زماں از خواب انگیختہ شد و گفت لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم خداوندم را در لقائے خود برگرفت، اکنوں رسول خدا را در خواب دیدم و بحضرت او شکایت نمودم و از نا راستی و ناہمواری ایشاں نالیدم، فرمود ایشاں را بد عائے بد یاد کن پس گفتم اے خدائے من بدہ مرا ازیں جماعت بہتر ازیں جماعت و بجائے من شریرے و ستمگارے بر ایشاں بگمار، . . . این است آں شبے کہ رسول اللہ مرا وعدہ شہادت دادہ . . . چوں بامداد نزدیک آمد امیر المؤمنین جامہ در پوشید و میاں بربست و آہنگ مسجد فرمود چوں بمیان سرائے آمد بطی چند کہ در میان سرائے بود بیرون عادت از پیش روئے امیر المومنین در آمدند و بال و پری افشاندند و بانگ می دادند، بعضے از خدام پیش شدند کہ ایشاں را برانند امیر المومنین فرمود دست باز دارید ایشاں صیحہ کنندگان اند کہ از پے نوحہ کنندگان دارند[۱] . . . . "

خلافت حضرت حسنؓ

ابن اعثم نے لکھا ہے کہ حضرت حسنؓ نے کتاب اللہ اور سنت نبوی پر بیعت لینے کے مروجہ طریقہ سے ہٹ کر اس بات پر بیعت لی کہ: میں جس سے جنگ کروں اس سے تم جنگ کرو اور میں جس سے صلح کروں اس سے تم صلح کرو" اس کا مطلب یہ سمجھ میں آتا ہے کہ وہ ضرورت پڑنے پر خلافت سے دست بردار ہونے کے لئے تیار تھے، مصنف نے اس کے بعد تین خط نقل کئے ہیں، پہلا خط حضرت ابن عباسؓ نے بصرہ سے حضرت حسنؓ کے خلیفہ ہونے کے بعد لکھا اس خط میں حضرت علیؓ کی ناکامی کا سبب یہ بتایا گیا ہے کہ وہ خراج اور غنیمت کی تقسیم چھوٹے بڑے عرب و غیر عرب سب پر مساویانہ کرتے تھے اور خواص کو عوام پر اس معاملے میں کوئی ترجیح نہیں دیتے تھے، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ قبائلی سردار اور خاندانی و مذہبی اکابر ان سے ناراض ہو گئے اور ان میں سے متعدد حضرت معاویہؓ سے جا ملے۔ خط میں حضرت حسنؓ کو دو مشورے دئے گئے ہیں، ایک یہ کہ وہ اپنے والد ماجد کا طرز عمل چھوڑ کر مالی تقسیم میں فرق مراتب ملحوظ رکھیں اور قبائلی، خاندانی اور مذہبی اکابر کی وفاداری برقرار رکھنے کے لئے ہر قسم کی مالی رعایت روا رکھیں، دوسرے

[۱] فتوح ص۲۲۶ - ۲۲۷

یہ کہ معاویہ سے جنگ کریں اور ہرگز ہرگز خاموش نہ بیٹھیں دوسرے دو خط حضرت حسینؓ اور معاویہؓ کے مراسلے ہیں۔ حضرت حسنؓ نے حضرت معاویہؓ کو خط بھیجا جس میں پہلے اس بے انصافی کا شکوہ کیا جو قریش نے خلافت کے معاملہ میں ان کے والد کے ساتھ کی، اس کے بعد تحریر کرتے ہیں:

"الحال در ہمہ عالم مرا بیرون تو ہیچ منازع نماندست وعجب دارم کہ ترا در دین سابقہ نیست ودر اسلام اثرے محمود نداری چرا با مادر حق ما منازعت می کنی ..... وچوں امیر المؤمنین علیؓ در حین ارتحال امر خلافت بمن سپرد امروز خلافت وامامت ہم از وجہ اہلبیت وہم از طریق میراث حق من است، از خدا ترس اے معاویہؓ دوست از اعمال فاسدہ واشغال باطل بدار وجانب امت سید المرسلین رعایت کن ودراں کوش کہ خونہار مسلماناں ریختہ نشود وکار ایشاں خللی ونظامی گیرد[1]"

حضرت معاویہؓ نے جوابی خط میں بے انصافی کے الزام کی تردید میں دلیلیں پیش کیں اور پھر اپنے موقف کی ان الفاظ میں تصریح کی:

"اگر دانستمے کہ از من بدیں کار (خلافت) سزاوار تر وبہتر قیام توانی نمود با تو ہیچ مضایقت نکردمے و خلافت بر تو مقرر داشتمے، اما یقین میدانم کہ تو بدیں کار چنانکہ باید قیام نتوانی نمود، ودشمناں را کہ بر کنارہ اند (رومی دشمن کی طرف اشارہ) وچشم در خلافت دوختہ چنانکہ من توانم دفع کرد تو نتوانی کرد واگر ایں کار بتو تسلیم کنم مہمات مسلماناں معطل وجہل ماند وخللہا بداں راہ یابد ....[2]"

معلومات سے پُر اس خط وکتابت کا طبری نے کوئی ذکر نہیں کیا ہے۔ حضرت حسنؓ کی فوج کی بغاوت کا قصہ بھی دونوں کے ہاں مختلف ہے، طبری کے مطابق فوج میں یہ خبر مشتہر کر دی گئی کہ مقدمۃ الجیش رسالہ کو معاویہ نے شکست دے دی اور اس کا لیڈر قیس بن سعد بن عُبادہ مارا گیا اس خبر سے حضرت حسنؓ کی فوج پر ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ وہ بھاگ نکلی اور حضرت حسنؓ کا خیمہ لوٹ لیا اعثم کے مطابق بغاوت کا سبب یہ تھا کہ حضرت حسنؓ نے مدائن میں جہاں وہ فوج کے ساتھ ٹھہرے ہوئے تھے ایک دن یہ تقریر کی:

---

[1] فتوح ص۲۲۹ [2] ایضاً

"اے مردمان شما با من بداں شرط بیعت کردہ اید کہ با ہر کس صلح کنم صلح کنید و با ہر کس جنگ کنم جنگ کنید، بخدائے کہ قادر بر کمال است کہ مرا با ہیچکس بغضے و کینہ نیست و از شرق تا غرب عالم از ہیچ کس کراہتے و آزارے ندارم، و جمعیت و الفت و امن و سلامت و اصلاح ذات البین دوست تر دارم از پریشانی و تفرقہ؛ و دشمن می دارم دشمنی و عداوت را۔"

اس تقریر کو سن کر فوجیوں نے یہ نتیجہ نکالا کہ حضرت حسنؓ خلافت چھوڑنے اور حضرت معاویہؓ سے سمجھوتہ کرنے کا قصد رکھتے ہیں وہ سخت مشتعل ہوئے اور چاروں طرف سے ان پر ہجوم کر دیا، ان کے کپڑے پھاڑ ڈالے، ان کے نیچے سے قالین کھینچ لیا اور ان کا سارا سامان لوٹ لیا حضرت حسنؓ نہایت پریشاں حال گھوڑے پر سوار ہو کر نکل بھاگے، ایک شخص شہر کے کسی ویرانہ میں گھات لگا کر بیٹھ گیا اور حضرت حسنؓ جب ادھر سے گذرے تو چپکے سے نکل کر ان کی ران پر ایک وار کیا جس سے وہ بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑے[1]۔

۲۔ طبری وغیرہ کی طرح اعثم نے بھی یہ تسلیم کیا ہے کہ حضرت حسنؓ نے معاویہ سے جو صلح کی اس کی شرطوں میں سے ایک شرط یہ تھی کہ دارابجرد کا خراج ان کے نامزد کیا جائے اور کوفہ کے خزانہ سے دس لاکھ درہم ان کو دئے جائیں۔ اعثم نے ایک اور بات لکھی ہے جو طبری نے نہیں لکھی اور وہ یہ ہے کہ حضرت حسنؓ نے صلحنامہ میں ایک شرط یہ رکھی تھی کہ معاویہ کسی کو ولی عہد مقرر نہیں کریں گے اور مرنے سے پہلے خلافت کا مسئلہ شوریٰ کے ذریعے طے کریں گے[2]۔

حضرت معاویہؓ کی خلافت

۱۔ مصنف نے حضرت معاویہؓ کی خلافت کے حالات کوئی سترہ صفحوں میں بیان کئے ہیں، یہ ان کے اور حضرت حسنؓ کے تعلقات، ان کے گورنر زیاد بن ابیہ کے احوال و سیاست، خراسان کی فتوحات ان کی یزید کی خلافت کے لئے جد و جہد، ان کے مدینہ کے سفر اور اہل مدینہ کو بیعت کی دعوت و ترغیب،

---

[1] فتوح صفحہ ۲۳۰ [2] فتوح صفحہ ۲۳۱

خلافت کے تین حریفوں (حضرت حسینؓ، ابن الزبیرؓ، عبد الرحمٰنؓ بن ابی بکر) کو ہموار کرنے کی کوشش اور ناکامی، شام سے واپسی کے سفر میں لقوہ کی بیماری، بیماری کے حالات اور یزید کو بسیط وصیت پر مشتمل ہیں حضرت معاویہؓ کے وہ حالات جوان کی اور حضرت علیؓ کی کشمکش سے متعلق ہیں حضرت علیؓ کی خلافت کے ذیل میں درج ہیں ان حالات کے ضمن میں مصنف نے کافی مواد ایسا پیش کیا ہے جو طبری، ابن الاثیر، اخبار الطوال، امامہ والسیاسۃ اور فتوح البلدان میں نہیں ہے اور جس سے حضرت معاویہ اور یزید کو زیادہ صحیح اور واضح طور پر سمجھنے میں کافی مدد ملتی ہے، یزید کی بیعت سے متعلقہ امور بسط کے ساتھ بیان ہوئے ہیں اور خراسان کی فتوحات کے سلسلہ میں جو ابہام واجمال دوسری تاریخوں میں ہے ان کی خاصی تنقیح و توضیح بھی ہوگئی ہے۔ حضرت معاویہ کی وصیت کے چند اقتباس ملاحظہ ہوں:

"بدانکہ خلافت خدائے تعالیٰ در زمین کارے خورد نباشد وبداں قیام نتوانی نمود مگر بسہ چیز، دلے فراخ ودستے بخشندہ وخوئے نیکو وسہ چیز دیگر: علمے ظاہر ومشاہدہ زیبا وروئے کشادہ وبا ایں شش چیز دیگر باید صبر ودانائی ووقار وسکینہ ورزانت ومروت وجواں مردی ودلیری وسخن رعیت برغبت شنیدن وآنچہ گویند از مکروہ ومجوب از ایشاں تحمل کردن . . . . اے پسر از دنیا بحلال قانع باش وپیرامن حرام مگرد وتو درمیان رعیت قاعدۂ انصاف ومروت پدید آور، ومن بر تو در کارِ خلافت از چہار کس می ترسم از قریش: از پسر ابو بکر عبد الرحمٰن واز پسر عمر عبد اللہ واز پسر زبیر عبد اللہ واز پسر علیؓ حسینؓ، اما پسر ابو بکر مردے ست کہ ہمت او بر مباشرت زنان مقصور ست ودر یاران ودوستداران خویش می نگرد، ہر چیز کہ یاران او کنند ہماں کار بدست گیرد واز دیدار زناں نشکیبد، دست از بدار وہر چہ او کند ورا بداں گیر چہ حالِ پدرِ او در فضل وبزرگواری شنیدہ وجانب او را رعایت کن، اما پسر عمر عبد اللہ مردے سخت نیکیست از مردماں وحشتے دارد وبطاعت وعبادت باری تعالیٰ انس گرفتہ است وترک دنیا گفتہ وبسیرت پدر می رود، در کم آزاری وعبادت وصلاح وزہادت، ہر گاہ او را ہمی سلام من بدو رساں واو را مراعات کن وعطاہائے وافر فرست، اما پسر زبیر عبد اللہ از وبر تو بسیار ترسم زیرا کہ او مردے سخت محیل ومکار ست وراے ضعیف داشتہ باشد وقولے باخلل وکارہا از حد برد واو را صبر وثبات مردان باشد گاہ بیجا

در روئے توچہ کہ شیر گرسنہ گاہ چناں روباہ بازی پیش آورد کہ از وتعجب نمائی، با او چناں زندگانی کن کہ او با توکند مگر در دوستی رغبت نماید و با تو بیعت کند، آنگاہ او را نیکو در قرار بگذار، امّا حسین آہ آہ اے یزید چگویم در حق او، زینہار او را از نجانی و بگذاری کہ ہر جا دل او خواہد رود و او را مرنجان ولاکن گاہ گاہ تہدیدے می کن، زینہار در روئے او شمشیر نکشی، چنداں کہ توانی با او حرمت دار و اگر کسے از اہل بیت او نیز دیک تو آید مال بسیار بدو دہ و او را راضی و خوش دل باز گرداں و اے پسر چناں مباش کہ بحضرت ربانی رسی و خون حسین در گردن داشتہ باشی کہ ہلاک از تو بر آید، زینہار الف زینہار کہ حسین را رنجانی در ہیچ نوع اعتراض اذیت او نکنی، واللہ اے پسر دیدہ و شنیدہ کہ من ہر سخن کہ حسین در روئے من گفتے چگونہ تحمل کردمے[1]۔۔۔"

۳۔ اپنی قیمتی تفصیلات میں مصنف نے چند ایسی باتیں لکھی ہیں جو باہم متناقض نظر آتی ہیں، ایک طرف تو انھوں نے یہ لکھا ہے جیسا کہ ہم اوپر پڑھ آئے ہیں کہ حضرت حسن خلافت سے بالکل دستبردار ہوگئے تھے اور صلحنامہ میں انھوں نے یہ شرط رکھی تھی کہ معاویہ کی وفات سے پہلے خلافت کا معاملہ شوریٰ کے ذریعہ طے ہوگا، دوسری طرف وہ لکھتے ہیں کہ جب معاویہ نے خلافت یزید کی تحریک شروع کی تو حضرت حسن کو اس راہ میں حائل پایا اور ان کو ختم کرنے کے لئے انھوں نے مدینہ کے گورنر کو ایک زہر آلود رومال بھیجا اور لکھا کہ حضرت حسن کی بیوی جعدہ دختر محمد بن اشعث سے سازش کرے اور ان کو پچاس ہزار درہم انعام اور یزید سے شادی کی امید دلائے اور کہے کہ وہ بعد از مباشرت وجود حسن را بایں منديل پاک سازد، یہ بات باور کرنا مشکل ہے کہ وہ شخص جو حسن کو ایک گھناؤنی سازش سے ہلاک کراتا ہے اس کے بھائی حسین سے (جو خلافت کا سب سے بڑا دعوے دار تھا) حسن سلوک کے لئے یزید کو ان الفاظ میں تاکید کرے گا: "زینہار اے پسر چناں مباش کہ بحضرت ربانی رسی و خونِ حسین در گردن داشتہ باشی، زینہار و ہزار زینہار کہ حسین را رنجانی و ہیچ نوع اعتراض اذیت او نکنی کہ او فرزند رسول اللہ است[2]۔"

---

[1] فتوح [illegible] ۲۰۱-۲۰۲ [illegible]

خلافت یزید

۱۔ مصنف نے یزید کی خلافت کا افتتاح مدینہ میں اس کی مہم بیعت سے کیا ہے (جس کا رخ حضرات حسین اور ابن الزبیر کی طرف تھا) اور اس کی کیفیت بڑی تفصیل سے بیان کی ہے اس تفصیل کا زیادہ حصہ حضرت حسین کے موقف، گورنر مدینہ اور مروان سے ان کی بات چیت، رسول اللہ کی قبر پر مناجات، ابن الحنفیہ کو وصیت، ابن عباس اور عبداللہ بن عمر کی پُر اخلاص نصیحتوں اور مکہ روانگی سے متعلق ہے، دو صفحے اس مہم اور اس کے ردِ عمل پر ہیں اور چوبیس صفحے جنگِ کربلا، کی تمہید واقعہ اور خاتمہ کو متضمن ہیں، اس لمبے باب میں خود یزید یا اس کی حکومت کا ذکر شاید آٹے میں نمک سے بھی کم ہے۔

۲۔ مصنف نے لکھا ہے کہ گورنر مدینہ نے بیعت کے لئے جب حضرت حسین کو بلایا تو ان کی ابن الزبیر سے اس موضوع پر گفتگو ہوئی جس کے دوران میں انھوں نے کہا: میں یزید کی بیعت نہیں کروں گا کیوں کہ معاویہ نے میرے بھائی سے صلح نامہ میں عہد کیا تھا کہ اس کی وفات پر خلافت مجھے دی جائے گی[1] یہ تصریح مصنف کی اسی متذکرہ بالا بیان سے ٹکراتی ہے جس کی رو سے صلحنامہ میں شرط یہ تھی کہ خلیفہ کا انتخاب بذریعہ شوریٰ ہو گا۔

۳۔ مصنف نے یزید کے ایک منظوم خط کی طرف اشارہ کیا ہے جسے اس نے اہل مدینہ کے نام لکھا تھا اور جس میں حضرت حسین کی دل جوئی کے لئے الفت و محبت کی باتیں تھیں:

"در اثنائے ایں حال از جانب یزید نامہ رسید باہل مدینہ نامۂ منظوم شعری غایت نیکو ہر نوع سخن دراں شعر درج کردہ بود و ذکر حسین بن علیؓ بہ نیکوئی کردہ و خویشاوندی و قرابت خویش باو برشمردہ وشمۂ از مناقب و فضائل و شرف خاندان و محاسن اخلاق و مکارم اعراق حسین شرح دادہ، و التماس موافقت و فرو نشاندن آتش جنگ و بہر دوستی و رضا آمدن و ایں معنی در شیوۂ اطناب پرداختہ"[2]

---

[1] فتوح ص۳۲۹ [2] فتوح ص۳۳۱

۴۔ مصنف نے متعدد حدیثیں حضرت حسینؓ کی زبانی بیان کی ہیں جن میں رسول اللہ نے ان کی شہادت کی خبر دی تھی اور جن کو وہ اُن قریب ترین عزیزوں اور بہی خواہوں کے سامنے برہان قاطع کے طور پر پیش کرتے تھے جو انھیں کوفہ جانے سے روکتے تھے۔ یہ حدیثیں راویوں کی طبع زاد معلوم ہوتی ہیں (جن سے یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ واقعۂ کربلا، ایک شدنی امر تھا جس کی نشان دہی رسول اللہ کر چکے تھے) کیونکہ اگر ان کو مان لیا جائے تو رسول اللہ کا غیب داں ہونا لازم آتا ہے جس کی نفی قرآن کے ان الفاظ میں ہو چکی ہے: وَلَوْ كُنتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوءُ

۵۔ واقعات کربلا میں حضرت حسینؓ کی بددعاؤں کا بھی ذکر ہے جن کے زیر اثر کئی آدمی میدان جنگ میں نقصان اُٹھاتے ہیں؛ شہادت کے بعد ان کے ہتھیاروں اور لباس کو جس جس نے لوٹا اور استعمال کیا ان میں سے ہر ایک کسی نہ کسی مرض میں مبتلا ہوا۔ کوفہ کے محل میں گورنر عبید اللہ بن زیاد نے ان کا سر اٹھایا تو اس کا ہاتھ کانپا اور اس کی ران پر گر پڑا حضرت حسینؓ کے منہ سے ایک قطرہ خون ٹپکا جو اس کے کپڑوں سے ہوتا ہوا ران تک پہنچا اور اس سے ران میں ایک ناسور ہو گیا جو کبھی اچھا نہ ہوا۔ یہ اور اس قسم کی روایتیں مصنف نے جوشِ عقیدت میں بیان کی ہیں۔ رہے کربلا کے واقعات وحوادث تو وہ مشہور تاریخی کتب کے بیان کردہ وقائع کے مطابق ہیں بلکہ یہ کہنا زیادہ صحیح ہوگا کہ اعثم نے اس باب میں بھی دیگر کتابوں سے زیادہ تفصیلات پیش کی ہیں اور جو امور دیگر تواریخ میں تشنہ یا مبہم رہ گئے ہیں ان کی تنقیح و توضیح کر دی ہے۔

صراطِ مستقیم

انگریزی زبان میں اسلام کی صداقت پر ایک معزز یورپین نو مسلمہ خاتون کی مختصر اور بہت اچھی کتاب محترم خاتون نے شروع میں اپنے اسلام قبول کرنے کے مفصل وجوہ بھی تحریر کئے ہیں۔

قیمت دس آنے ۱۰/